فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۲۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) کی تصنیف لطیف منہاج السنہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) کی کتاب «مِنْهَاجُ السُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ فِي نَقْضِ كَلَامِ الشِّيعَةِ الْقَدَرِيَّةِ» عدیم النظیر کتاب ہے۔

❀ علامہ عبد الحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ طَالَعْتُ مِنْ تَصَانِيفِهٖ؛ اَلْفَتْوَى الْحِمْوِيَّةِ، وَالْوَاسِطِيَّةِ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ رَسَائِلِهٖ، وَمِنْهَاجِ السُّنَّةِ وَهُوَ أَجَلُّ تَصَانِيفِهٖ، رَدَّ فِيهِ عَلٰى مِنْهَاجِ الْكِرَامَةِ لِلْحِلِّي الشِّيْعِيِّ، لَمْ يُصَنَّفْ فِي بَابِهٖ مِثْلُهٗ، لَا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ.

''میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تصانیف میں سے فتوی حمویہ، عقیدہ واسطیہ، اس کے علاوہ رسائل اور منہاج السنہ کا مطالعہ کیا ہے، منہاج السنہ آپ رحمہ اللہ کی نہایت عمدہ تصنیف ہے، اس میں آپ نے ابن مطہر حلی شیعہ (۷۲۶ھ) کی کتاب «مِنْهَاجُ الْكِرَامَةِ فِي مَعْرِفَةِ الْإِمَامَةِ» کا رد کیا ہے۔ اس باب میں اس جیسی کتاب نہیں لکھی گئی، نہ آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد۔''

(التّعليقات السَّنِيّة، ص 34)

(سوال): کیا قرآن کریم کی تمام آیات محکم ہیں یا اس میں بعض متشابہ آیات بھی ہیں؟

(جواب): اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں محکم اور متشابہ کو تین اعتبار سے بیان کیا ہے۔

① پورا قرآن محکم ہے۔ مطلب کہ اس کے تمام الفاظ، احکام، اخبار اور معانی محکم، متقن اور مضبوط ہیں، اس میں کوئی نقص اور غلطی نہیں۔ اس اعتبار سے قرآن کریم کی تمام آیات محکم ہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ﴾(هود: ١)

''اس کتاب کی (تمام) آیات کو محکم بنایا گیا ہے۔''

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ﴾(يونس: ١)

''یہ حکمت والی (محکم) کتاب کی آیات ہیں۔''

❁ پورا قرآن متشابہ ہے۔ مطلب کہ اس کی تمام آیات کمال، تصدیق، عمدگی اور موافقت میں ایک دوسرے کے متشابہ ہیں، قرآن میں کوئی آیت حقیقت میں دوسری کے مخالف نہیں ہے، بلکہ اس کی تمام آیات ایک دوسری کی تصدیق کرتی ہیں۔ اس اعتبار سے قرآن کریم کی تمام آیات متشابہ ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا﴾(الزّمر: ٢٣)

''اللہ تعالیٰ نے احسن حدیث اور متشابہ کتاب نازل کی ہے۔''

قرآن میں کوئی آیت دوسری آیت کے معارض ومخالف نہیں، ظاہری طور پر مخالف ہو سکتی ہے، مگر اس پر غور وفکر اور تدبر کیا جائے اور اہل علم سے سمجھا جائے، تو وہ اختلاف دور ہو جاتا ہے، کیونکہ قرآن کی حقانیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس کی کوئی آیت دوسری کے مخالف نہیں۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾(النّساء: ٨٢)

''کیا وہ قرآن کریم میں تدبر نہیں کرتے، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی طرف سے ہوتا، تو وہ اس میں کثیر اختلاف پاتے۔''

③ قرآن کریم کی بعض آیات محکم اور بعض متشابہ ہیں۔ محکم سے مراد وہ آیات ہیں، جن کا معنی بالکل واضح ہے اور متشابہ آیات سے مراد وہ آیات ہیں، جن کے معانی واضح نہیں، مگر ماہر اہل علم ان کے معانی جان لیتے ہیں۔ اگر متشابہ آیات کو محکم کی طرف لوٹایا جائے، تو ان کے معانی سمجھے جا سکتے ہیں۔ اہل ایمان محکم آیات پر عمل کرتے ہیں اور متشابہات پر ایمان لاتے ہیں، جبکہ گمراہ لوگ محکم آیات کو چھوڑ کر متشابہات کی پیروی کرتے ہیں اور قرآن فہمی میں اپنی من مرضیاں کرتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے ''اہل زیغ'' کہا ہے۔ اس اعتبار سے قرآن کریم کی بعض آیات محکم اور بعض متشابہ ہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِي قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ

مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَأْوِيْلِهٖ﴾(آل عمران: ۷)

''اسی ذات نے آپ پر کتاب نازل کی، اس کی بعض آیات محکم ہیں، بعض متشابہہ ہیں، محکم آیات اصل کتاب ہیں۔ ٹیڑھے دل والے فتنہ و تاویل باطلہ کی غرض سے متشابہ آیات کا سہارا لیتے ہیں۔''

❁ امام طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ وَإِنْ كَانَتْ نَزَلَتْ فِيمَنْ ذَكَرْنَا أَنَّهَا نَزَلَتْ فِيهِ مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ، فَإِنَّهُ مَعْنِيٌّ بِهَا كُلُّ مُبْتَدِعٍ فِي دِينِ اللّٰهِ بِدْعَةً، فَمَالَ قَلْبُهُ إِلَيْهَا، تَأْوِيلًا مِّنْهُ لِبَعْضِ مُتَشَابِهِ آيِ الْقُرْآنِ، ثُمَّ حَاجَّ بِهٖ وَجَادَلَ بِهٖ أَهْلَ الْحَقِّ، وَعَدَلَ عَنِ الْوَاضِحِ مِنْ أَدِلَّةِ آيِهِ الْمُحْكَمَاتِ إِرَادَةً مِنْهُ بِذٰلِكَ اللَّبْسَ عَلٰى أَهْلِ الْحَقِّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، وَطَلَبًا لِّعِلْمِ تَأْوِيلِ مَا تَشَابَهَ عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ كَائِنًا مَنْ كَانَ ....

''اگرچہ یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن اس سے مراد ہر بدعتی ہے، جو اللہ کے دین میں بدعت جاری کرتا ہے، پھر قرآن کی بعض متشابہ آیات میں تاویل کرتے ہوئے اس کا دل اس بدعت کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور وہ اہل حق سے جھگڑا کرتے ہوئے محکم آیات میں موجود واضح حق سے ہٹ جاتا ہے، اس کا ارادہ ہوتا ہے کہ مومنوں سے حق چھپائے اور متشابہ آیات کی تاویل تلاش کرے، چاہے جو بھی ہو۔''

(تفسير الطّبري : 3/181)

فائدہ:

جن آیات میں صفات باری تعالیٰ کا بیان ہوا ہے، وہ محکم ہیں، انہیں متشابہ قرار دینا بدعی نظریہ ہے۔ ائمہ اہل سنت آیات صفات کو متشابہ نہیں قرار دیتے تھے۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی تمام آیات کو محکم کیوں نہیں بنایا؟ متشابہ آیات میں کیا حکمت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متشابہ آیات اس لیے نازل کیں، تا کہ وہ انسانوں کا امتحان لے، کہ ظاہر معانی والی آیات کو تو تمام مسلمان مانتے ہیں، متشابہ میں کون استقامت دکھاتا ہے اور کون گمراہ ہو جاتا ہے؟ یہ امتحان مقصود تھا۔ اسی لیے محکم آیات کی پیروی اہل ایمان کرتے ہیں اور متشابہ آیات کی پیروی اہل زیغ کرتے ہیں۔

دوسری حکمت ماہر اہل علم کی فضیلت کو بیان کرنا ہے کہ جو علم وحی میں پختہ کار ہیں، لوگ ان کی طرف رجوع کریں، ان کے ذریعہ کتاب اللہ کو سمجھیں۔ یقیناً نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے زیادہ علم والے صحابہ کرام ہیں، ان کے بعد تابعین عظام اور سلف صالحین ہیں، تو متشابہات کو سب سے زیادہ جاننے والے اسلاف اُمت ہیں، ان کی راہنمائی میں ہی قرآن کریم کو سمجھا جائے گا، کیونکہ وہ محکم اور متشابہ دونوں قسم کی آیات کو جانتے تھے۔

سوال: احناف کے نزدیک شیخین، طرفین اور صاحبین سے کون مراد ہیں؟

جواب: احناف کی اصطلاح میں شیخین سے مراد امام ابوحنیفہ اور قاضی ابو یوسف ہیں، طرفین سے مراد امام ابوحنیفہ اور محمد بن حسن شیبانی ہیں اور صاحبین سے مراد قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن شیبانی ہیں۔

(سوال): امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد حسن بن زیاد لؤلؤی کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

(جواب): حسن بن زیاد لؤلؤی ''متروک وکذاب'' ہے۔

❀ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے ''کذاب'' کہا ہے۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 15/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفُ الْحَدِيثِ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَلَا مَأْمُونٍ .

''حدیث میں ضعیف ہے، قابل اعتبار نہیں ہے۔''

(الجرح والتّعديل : 15/3)

❀ امام فسوی رحمہ اللہ نے ''کذاب'' کہا ہے۔

(المَعرفة والتاريخ : 56/3)

❀ امام نسائی رحمہ اللہ نے ''کذاب خبیث'' کہا ہے۔

(تسمية من لم يرو عنه غير رجل واحد، ص 124)

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 162/3)

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''کذاب'' اور ''متروک الحدیث'' کہا ہے۔

(تاريخ بغداد : 313/7، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): امام ابوحنیفہ کے شاگرد ابومطیع حکم بن عبداللہ بن مسلمہ بلخی راوی فقہ اکبر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): ابومطیع حکم بن عبداللہ بلخی سخت مجروح اور ''ضعیف'' ہے۔

① امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَاحِبُ رَأْيٍ ضَعِيْفٌ .

''اہل رائے اور ضعیف راوی ہے۔''

(الكامل لابن عدي : ٢/٢١٤)

② امام نسائی رحمہ اللہ اسے ''ضعیف'' قرار دیتے ہیں۔

(الكامل لابن عدي : ٢/٢١٤)

③ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَنْبَغِي أَنْ يُّرْوٰى عَنْهُ .

''اس سے روایات لینا جائز نہیں۔''

(كتاب العِلَل ومعرفة الرّجال : ٥٣٣١)

④ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ .

''یہ فن حدیث میں کچھ بھی نہیں۔''

(تاريخ الدّوري : ٤٧٦٠)

⑤ حافظ ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مُرْجِئًا وَهُوَ ضَعِيْفٌ عِنْدَهُمْ فِي الْحَدِيْثِ .

''یہ مرجی تھا اور محدثین کے ہاں حدیث میں ضعیف تھا۔''

(الطّبقات الكبرىٰ : ٦/١٩٨)

⑥ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے الضعفاء والمتروکین میں ذکر کیا ہے۔

(كتاب الضّعفاء والمتروكين : ١٦٢)

⑦ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَبُوْ مُطِيْعٍ بَيِّنُ الضُّعْفِ فِي أَحَادِيثِهٖ وَعَامَّةُ مَا يَرْوِيهِ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ .

''ابو مطیع کی احادیث میں واضح ضعف ہے۔اس کی اکثر روایات کی متابعت نہیں کی گئی۔''

(الكامل في ضعفاء الرّجال : ٢١٤/٢)

⑧ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مِنْ رُؤَسَاءِ الْمُرْجِئَةِ مِمَّنْ يُبْغِضُ السُّنَنَ وَمُنْتَحِلِيْهَا .

''یہ مرجیہ کے ان سرداروں میں تھا، جو احادیث اور اہل حدیث سے بغض رکھتے تھے۔''

(كتاب المَجروحين : ٢٥٠/١)

⑨ امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ أَبِي عَنْ أَبِي مُطِيْعٍ الْبَلْخِيِّ فَقَالَ : كَانَ قَاضِيَّ بَلْخٍ وَكَانَ مُرْجِئًا ضِعِيْفَ الْحَدِيْثِ، وَانْتَهٰى فِي كِتَابِ الزَّكَاةِ إِلٰى حَدِيْثٍ لَّهٗ، فَامْتَنَعَ مِنْ قِرَاءَتِهٖ .

''میں نے اپنے والد محترم (امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ) سے ابو مطیع بلخی کے بارے میں پوچھا،تو انہوں نے فرمایا: یہ بلخ کا قاضی تھا،مرجی تھا،حدیث میں ضعیف تھا۔وہ (امام ابوحاتم رحمہ اللہ) کتاب الزکاۃ میں اس کی حدیث پر پہنچے،تو پڑھنے سے رُک گئے اور فرمایا: میں اس سے حدیث بیان نہیں کروں گا۔''

(الجرح والتّعديل : ١٢٢/٣)

⑩ امام عمرو بن علی فلاس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَبُوْ مُطِيْعِ الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ .

''ابو مطیع حکم بن عبداللہ حدیث میں ضعیف ہے۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : ٢٢٥/٨، وسندهٗ صحيحٌ)

⑪ حافظ خلیلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كَانَ مُرْجِئِيًّا، وَهُوَ صَالِحٌ فِي الْحَدِيثِ، إِلَّا أَنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ أَمْسَكُوا عَنْ رِوَايَةِ حَدِيثِهِ .

''یہ مرجی تھا اور صالح الحدیث تھا، لیکن اہل سنت اس کی حدیث کو روایت کرنے سے رُک گئے ہیں۔''

(الإرشاد في معرفة علماء الحديث : ٢٧٦/١)

⑫ حافظ سیوطی رحمہ اللہ امام حاکم رحمہ اللہ سے ایک روایت کے بارے میں نقل کرتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ فِيهِ مُظْلِمَاتٌ وَالْحَدِيْثُ بَاطِلٌ وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهٗ، أَبُو مُطِيعٍ .

''اس کی سند اندھیروں والی ہے۔ یہ حدیث باطل ہے اور یہ ابو مطیع کی گھڑنت ہے۔''

(اللآلي المصنوعة : ٣٨/١(

⑬ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ ابو مطیع وغیرہ کی ایک سند کے متعلق کہتے ہیں:

هٰذَا الْإِسْنَادُ لَا يُسَاوِي شَيْئًا .

''یہ سند کسی کام کی نہیں۔''

(نصب الرّاية للزيلعي : ٣٨٥/٢)

⑭ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مَتْرُوْكٌ .

''یہ متروک ہے۔''

(مَجمع الزوائد : ٢٧٥/٨)

⑮ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

تَرَكُوهُ .

''محدثین نے اسے متروک قرار دیا ہے۔''

(المُغني في الضّعفاء : ٢٨٠/١)

۞ نیز فرماتے ہیں:

وَاهٍ فِي ضَبْطِ الْأَثَرِ .

''حدیث کے ضبط میں نہایت کمزور تھا۔''

(ميزان الاعتدال : ٥٧٤/١)

⑯ حافظ ذہبی رحمہ اللہ ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

هٰذَا وَضَعَهٗ أَبُوْ مُطِيعٍ عَلٰى حَمَّادٍ .

''اس حدیث کو ابو مطیع نے حماد سے منسوب کر کے گھڑا ہے۔''

(ميزان الاعتدال : ٥٧٤/١)

تنبیہ بلیغ:

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كَانَ ابْنُ الْمُبَارَكِ يُعَظِّمُهٗ وَيُجِلُّهٗ لِدِيْنِهٖ وَعِلْمِهٖ .

''ابن مبارک ﷫ اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس کے دین اور علم کی وجہ سے اس کی توقیر کرتے تھے۔''

(میزان الاعتدال : ۵۷٤/۱)

یہ حوالہ بے ثبوت و بے سند ہے۔

سوال: کیا روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کا دیدار صرف مؤمنوں کو ہوگا یا کافروں کو بھی ہوگا؟

جواب: روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت اس کا دیدار ہے۔ یہ نعمت صرف مؤمنوں اور جنتیوں کے لیے ہوگی، کفار دیدارِ الٰہی سے محروم ہوں گے، یہ محرومی بہت بڑی سزا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾ (المُطَفِّفِين : ۱۵)

''خبردار! یہ لوگ (کفار و مشرکین) روزِ قیامت دیدارِ الٰہی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔''

سوال: کیا امام بخاری ﷫ نے اللہ تعالیٰ کی صفت ضحک کا معنی ''رحمت'' کیا ہے؟

جواب: حافظ خطابی ﷫ (۳۸۸ھ) نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری ﷫ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفت ضحک کا معنی ''رحمت'' ہے۔

(أعلام الحديث : 1367/2، الأسماء والصّفات للبيهقي : 643)

جواب: امام بخاری ﷫ سے ایسا بالکل ثابت نہیں۔

❀ حافظ ابن حجر ﷫ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَ ذٰلِكَ فِي النُّسَخِ الَّتِي وَقَعَتْ لَنَا مِنَ الْبُخَارِيِّ.

''صحیح بخاری کے جتنے نسخے ہمیں دستیاب ہیں، ان میں سے کسی نسخے میں مجھے یہ الفاظ نہیں ملے۔''

(فتح الباري : 632/8)

سوال: احادیث میں ہَمٌّ اور حَزَنٌ کے الفاظ آئے ہیں، ان میں کیا فرق ہے؟

جواب: یہ دونوں لفظ ہم معنی استعمال ہوتے ہیں، مگر دونوں میں فرق بھی بیان کیا گیا ہے، وہ یہ کہ کسی پریشانی کے واقع ہونے پر جو تکلیف ہوتی ہے، اسے حَزَنٌ کہتے ہیں اور جس تکلیف کے واقع ہونے کا خوف ہو، مگر ابھی واقع نہ ہوئی ہو، تو اسے ہَمٌّ کہتے ہیں۔

۞ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يُفَرِّقُونَ بَيْنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَهُمَا عَلَى اخْتِلَافِهِمَا فِي الْإِسْمِ مُتَقَارِبَانِ فِي الْمَعْنٰى، إِلَّا أَنَّ الْحَزَنَ إِنَّمَا يَكُونُ عَلٰى أَمْرٍ قَدْ وَقَعَ، وَالْهَمُّ إِنَّمَا هُوَ فِيمَا يُتَوَقَّعُ، وَلَمَّا يَكُنْ بَعْدُ.

''اکثر اہل علم دونوں لفظوں میں کوئی فرق نہیں کرتے، دونوں کا معنی قریب قریب ہے، مگر حَزَنٌ کا اطلاق اس پریشانی پر ہوتا ہے، جو واقع ہو چکی ہو اور ہَمٌّ کا لفظ وہاں بولا جاتا ہے، جہاں واقع ہونے کا خدشہ ہو، مگر ابھی تک واقع نہ ہوا ہو۔''

(أعلام الحديث : 1394/2)

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کو ''فداک ابی و اُمی'' کہا؟

جواب: سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ غزوہ اُحد میں کفار پر تیر برسا رہے تھے، تو نبی

کریم ﷺ نے ان کی بہادری اور دلیری دیکھی اور ان کی حوصلہ افزائی کے لیے انہیں دعائیں دی، ان میں ایک دعا یہ بھی تھی:

فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي .

”میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔“

(صحيح البخاري : 4059، صحيح مسلم : 2411)

تنبیہ:

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلتَّفْدِيَةُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُعَاءٌ، وَأَدْعِيَتُهُ خَلِيقٌ أَنْ تَكُونَ مُسْتَجَابَةً، وَقَدْ يُوهِمُ هٰذَا الْقَوْلُ أَنَّ فِيهِ إِزْرَاءً بِحَقِّ الْوَالِدَيْنِ، وَإِنَّمَا جَازَ ذٰلِكَ، لِأَنَّ وَالِدَيْهِ مَاتَا كَافِرَيْنِ، وَسَعْدٌ رَجُلٌ مُسْلِمٌ، يَنْصُرُ الدِّينَ، وَيُقَاتِلُ الْكُفَّارَ، فَتَفْدِيَتُهُ بِكُلِّ كَافِرٍ جَائِزٌ غَيْرُ مَحْظُورٍ .

”نبی کریم ﷺ کا اپنے والدین کو فدا کرنا ایک دعا ہے، نبی کریم ﷺ کی دعا لائق مستجاب ہے۔ اس فرمان نبوی میں نبی کریم ﷺ کے والدین کے حق میں کمی کا وہم آتا ہے۔ یہ جائز ہے، کیونکہ آپ ﷺ کے والدین کافر فوت ہوئے تھے اور سعد رضی اللہ عنہ مسلمان تھے، دین کی نصرت کرتے تھے، کفار کے خلاف قتال کرتے تھے، تو آپ رضی اللہ عنہ پر ہر کافر کو فدا کر دینا جائز ہے، ناجائز نہیں۔“

(أعلام الحديث : 1397/2)

(سوال): کیا نزول باری تعالیٰ حقیقی ہے؟

(جواب): اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نزول حقیقی ہے، کما یلیق بشانہ وجلالہ وعظمتہ۔

❁ محمد بن وضاح رحمہ اللہ نے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے نزول باری تعالیٰ کے متعلق سوال کیا، تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا:

أَقِرَّ بِهٖ وَلَا تُحِدَّ فِيهِ بِقَوْلٍ، كُلُّ مَنْ لَقِيتُ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ يُصَدِّقُ بِحَدِيثِ التَّنَزُّلِ ...... صَدِّقْ بِهٖ وَلَا تَصِفْهُ .

''نزول باری تعالیٰ پر ایمان رکھیے، اس کی کیفیت مت بیان کیجئے، میں جتنے اہل سنت سے ملا ہوں، سب نزول والی حدیث کی تصدیق کرتے ہیں۔......
آپ بھی اس کی تصدیق کیجئے اور اس کی کیفیت بیان مت کیجئے۔''

(التّمهيد لابن عبد البرّ : 151/7 ، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): جس نے حرام کی کمائی کا لباس پہنا ہو، کیا اس کی نماز قبول ہے؟

(جواب): جس نے حرام کی کمائی کا لباس زیب تن کر رکھا ہو، اس کی نماز درست ہے۔ اس بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهٗ مَنْ أَصَابَ مَالًا مِنْ حَرَامٍ فَلَبِسَ جِلْبَابًا، يَعْنِي قَمِيصًا لَمْ تُقْبَلْ صَلَاتُهٗ حَتّٰى يُنَحِّيَ ذٰلِكَ الْجِلْبَابَ عَنْهُ .

''جس نے مال حرام کمایا اور اسی کمائی سے ایک قمیص زیب تن کیا، تو اس کی نماز قبول نہیں ہوگی، تا آنکہ وہ اس قمیص کو اتار دے۔''

(مسند البزّار : 819)

سند سخت ضعیف ومنکر ہے۔

① ابوجنوب عقبہ بن علقمہ کوفی ''ضعیف'' ہے۔

② نضر بن منصور ''ضعیف'' ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اشْتَرٰی ثَوْبًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ، وَفِيهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ، لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهٗ صَلَاةً مَادَامَ عَلَيْهِ .

''جس نے دس درہم کا کپڑا خریدا، ان درہم حرام تھا، تو جب تک وہ کپڑا پہنے رکھے گا، اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نماز قبول نہیں کرے گا۔''

(مسند الإمام أحمد : 5732)

سند ضعیف ہے۔

① ہاشم بن اوقص غیر معتبر ہے۔

② بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کرتے تھے، آخر سند تک سماع کی تصریح درکار ہے۔

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(شعب الإيمان، تحت الرقم : 5707)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ .

''یہ روایت ثابت نہیں۔''

(ميزان الاعتدال : 431/4)

(سوال): اولیا وصالحین کی قبروں پر قبے بنانا کیسا ہے؟

(جواب): انبیائے، اولیا اور صالحین کی قبروں پر قبے بنانا حرام اور بدعت ہے۔ یہ روافض کا دین ہے، جو نام نہاد اہل سنت کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ جو قبروں کی حد درجہ تعظیم کرتے ہیں، اس تعظیم نے ان قبور کو بتوں کا درجہ دے دیا ہے۔

❀ سیدہ عائشہ اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بوقت وفات فرمایا:

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا .

''اللہ تعالیٰ کی یہود ونصاریٰ پر لعنت ہو، انہوں نے انبیا کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ (راوی کہتے ہیں:) آپ ﷺ (امت کو) یہود ونصاریٰ کے اس عمل سے ڈرا رہے تھے۔''

(صحيح البخاري : 435، صحيح مسلم :531)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا كَانَ يُحَذِّرُهُمْ مِنْ ذٰلِكَ الصَّنِيعِ لِئَلَّا يُفْعَلُ بِقَبْرِهِ مِثْلُهُ وَلَعَلَّ الْحِكْمَةَ فِيهِ أَنَّهُ يَصِيرُ بِالتَّدْرِيجِ شَبِيهًا بِعِبَادَةِ الْأَصْنَامِ .

''نبی کریم ﷺ اُمت کو اس عمل سے ڈرا رہے تھے کہ کہیں آپ ﷺ کی قبر مبارک کے ساتھ بھی ایسا نہ کیا جائے، یا اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ عمل آہستہ آہستہ بتوں کی عبادت کے مشابہ ہو جائے گا۔''

(عُمدة القاري : 194/4)

❁ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ ذَرِيعَةٌ إِلٰى تَعْظِيمِ الْمَيِّتِ، وَالطَّوَافِ بِقَبْرِهٖ، وَالْتِمَاسِ أَرْكَانِهٖ، وَالنِّدَاءِ بِاسْمِهٖ، وَبِالْجُمْلَةِ إِنَّهٗ يَصِيرُ صَنَمًا يُعْبَدُ، وَهٰذِهٖ بِدْعَةٌ عَظِيمَةٌ عَمَّتِ الدُّنْيَا، وَعَبَدَ النَّاسُ الْقُبُورَ، وَعَظَّمُوهَا بِالْمَشَاهِدِ وَالْقِبَابِ، وَزَادُوا عَلٰى فِعْلِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَسْرَجُوا عَلَيْهَا السُّرُجَ وَالشُّمُوعَ، وَجَعَلُوا لَهَا نَصِيبًا مِنْ أَمْوَالِهِمْ.

''یہ (انبیا کی قبروں پر مساجد بنانا) میت کی تعظیم، اس کی قبر کا طواف، قبر کے کناروں کو چھونا اور اس کے نام کی پکار کرنا (جیسے اُمور) کا ذریعہ بنتا ہے۔ بالآخر قبر بت بن جاتی ہے، جس کی عبادت ہو۔ یہ بہت بڑی بدعت ہے، جو پوری دنیا میں پھیل گئی ہے۔ لوگوں نے قبروں کی عبادت شروع کر دی ہے، وہ قبروں پر مزار اور قبے بناتے ہیں، انہوں نے اہل جاہلیت سے زائد اعمال شروع کر دیے ہیں، یہ قبروں پر چراغ اور شمعیں جلاتے ہیں اور ان کے لیے اپنے مال میں ایک مخصوص حصہ رکھتے ہیں۔''

(العُدة حاشية على إحكام الأحكام : 258/3)

❁ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَصْلَ عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ اتِّخَاذُ قُبُورِ الصَّالِحِينَ مَسَاجِدَ.

''بتوں کی عبادت کی بنیاد صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانا ہے۔''

(ردّ المحتار على الدر المختار :380/1)

سوال: کیا بارش والے دن ظہر اور عصر کو جمع کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): بارش میں دو نمازوں کو جمع کیا جا سکتا ہے، ظہر اور عصر کو ایک وقت میں ادا کیا جا سکتا ہے، اسی طرح مغرب اور عشاء کو ایک وقت میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ جمع کی تینوں صورتیں جائز ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ بارش میں ظہر اور عصر کو جمع نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات مرجوح ہے۔

(سوال): سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ حج تمتع سے کیوں منع کرتے تھے؟

(جواب): مروان بن حکم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

شَهِدْتُ عُثْمَانَ، وَعَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَعُثْمَانُ يَنْهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ، وَأَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا رَأَى عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا، لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ، قَالَ: مَا كُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ أَحَدٍ.

''میں نے سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما (کے ایک واقعہ) کا مشاہدہ کیا، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ حج تمتع اور حج قران سے منع کرتے تھے، جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے ملاحظہ کی، تو حج و عمرہ کا اکٹھا احرام باندھا اور تلبیہ کہا۔ نیز فرمایا: میں کسی کے قول کی بنیاد پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔''

(صحيح البخاري: 1563، صحيح مسلم: 1223)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اجتہاداً حج تمتع سے منع کرتے تھے۔ ان کے مدنظر یہ چیز تھی کہ کعبۃ اللہ کی آبادی رہے، لوگ سال بھر عمرہ کے لیے آتے جاتے رہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حج و عمرہ ایک ساتھ ادا کرنے کے بعد اپنے اپنے علاقوں میں چلے جائیں، پھر سال بھر بیت اللہ کا رخ نہ کریں۔ یہ مناسب نہیں۔ تب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے حج تمتع سے منع فرمایا۔ یہ ممانعت

شرعی نہ تھی، بلکہ انتظامی تھی۔

سوال: درج ذیل روایت کا کیا حکم ہے؟

❀ روایت ہے:

نَحْنُ نَحْكُمُ بِالظَّاهِرِ .

''ہم ظاہر کے مطابق حکم لگاتے ہیں۔''

جواب: یہ بے سند روایت ہے۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَقِفْ لَهٗ عَلٰى سَنَدٍ .

''میں اس کی کسی سند پر مطلع نہیں ہو سکا۔''

(تُحفة الطّالب : 145)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا وُجُودَ لَهٗ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ الْمَشْهُورَةِ، وَلَا فِي الْأَجْزَاءِ الْمَنْثُورَةِ، وَقَدْ سُئِلَ الْمِزِّيُّ عَنْهُ فَلَمْ يَعْرِفْهُ، وَالذَّهَبِيُّ قَالَ : لَا أَصْلَ لَهٗ .

''مشہور کتب حدیث اور مختلف اجزائے حدیث میں اس روایت کا وجود نہیں۔ حافظ مزی رحمہ اللہ سے اس روایت کے متعلق پوچھا گیا، تو انہیں علم نہ ہوا۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بے اصل ہے۔''

(مُوافقة الخُبر الخبر :1/181)

❀ حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ الْحُفَّاظُ : لَا يُعْرَفُ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''حفاظ حدیث فرماتے ہیں: ان الفاظ سے یہ روایت معروف نہیں۔''

(الكلام على أحاديث مختصر ابن الحاجب، ص 129، 309)

(سوال): کیا دوام کے ساتھ نماز چاشت کو با جماعت ادا کرنا جائز ہے؟

(جواب): نماز چاشت انفرادی نماز ہے، کبھی کبھار جماعت کی گنجائش ہے۔

(سوال): مسجد میں دنیاوی گفتگو کرنا کیسا ہے؟

(جواب): مستحب یہی ہے کہ مسجد میں ذکر الٰہی میں مشغول رہا جائے، البتہ جائز دنیاوی باتیں بھی کی جا سکتی ہیں، مگر جس طرح مساجد میں سیاست اور کاروبار کی مجالس قائم ہوتی ہیں، یہ افسوس ناک ہے۔ مساجد ذکر الٰہی کی جگہیں ہیں، انہیں ذکر سے ہی آباد کرنا چاہیے۔

(سوال): کیا نماز استخارہ مسجد میں ادا کی جا سکتی ہے؟

(جواب): نماز استخارہ کہیں بھی ادا کی جا سکتی ہے، مسجد میں بھی اور گھر میں بھی۔ یہ سببی نماز ہے، لہٰذا اس کے لیے کوئی ممنوع وقت نہیں۔

(سوال): کیا فرض اور واجب میں فرق ہے؟

(جواب): محدثین کے ہاں فرض اور واجب میں فرق نہیں۔ البتہ متکلمین کے ہاں فرض اور واجب میں فرق ہے۔

(سوال): اگر کوئی شخص بڑی عمر میں مسلمان ہو، کیا اسے ختنہ کرایا جائے گا؟

(جواب): کوئی بڑی عمر میں مسلمان ہوا اور اس کا ختنہ نہیں ہوا تھا، تو اس کے لیے ختنہ کرانا مشروع و مستحب ہے، اگر اسے ضرر کا خدشہ ہو، تو ترک بھی کر سکتا ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا لَمْ يَخَفْ عَلَيْهِ ضَرَرَ الْخِتَانِ فَعَلَيْهِ أَنْ يَخْتَتِنَ، فَإِنَّ ذٰلِكَ مَشْرُوعٌ مُؤَكَّدٌ لِلْمُسْلِمِينَ بِاتِّفَاقِ الْأَئِمَّةِ.

''اگر نومسلم کو ختنہ سے ضرر کا خوف نہ ہو، تو وہ ختنہ کرائے، کیونکہ ائمہ کا اتفاق ہے کہ مسلمانوں کے لیے ختنہ کرانا مشروع مؤکد ہے۔''

(الفتاوی الکبریٰ :274/1)

تنبیہ:

❀ **سیدنا کلیب جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نومسلم سے فرمایا:**

أَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ وَاخْتَتِنْ.

''خود سے کفر کے بال اتاریں اور ختنہ کریں۔''

(سنن أبي داود : 356)

سند ضعیف ہے۔

① ابن جریج کی تدلیس ہے۔

② عثیم بن کثیر بن کلیب مجہول الحال ہے۔

③ کثیر بن کلیب مجہول ہے۔